نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے
پاکیزہ اخلاق
اللہ
رسول
محمد

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق

تصنیف و تالیف
محمد یوسف فاروقی

6۔ پہلی منزل، فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اُردو بازار، لاہور۔ فون: 042-7224472،
موبائل: 0300-4062934، 0331-4062934، 0323-4062934، 0312-4062934

ہدیہ -/30 روپے

فہرست

***

نبی کریم ﷺ کے خصائل مبارکہ

برادرانِ اسلام! ہم مسلمان ہیں اور اس نبی آخر الزماں، سرورِ کائنات، امام الانبیاء، حضور پُرنور، آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی اُمت میں ہیں جنہوں نے مختصر سے عرصے میں جاہلیت کے نظام کو ملیامیٹ کر دیا۔ اُن کی حیاتِ مبارکہ سرتاپا کلامِ ربی تھی اور انہوں نے ہر شعبہ ہائے زندگی میں خود نمونہ بن کر دکھایا۔ ہادیٔ برحق نے مسلمانوں جو جو طرزِ معاشرت دیا وہ نہایت سادہ اور دل پذیر ہے۔ سچائی میں بے مثال کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جب کہ ابھی بعثت عطا نہیں ہوئی تھی، لوگ صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ ایک دفعہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے کوہِ اُحد پر چڑھ کر اپنی قوم کو پکارا اور پوچھا اے قریش مکہ! اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک زبردست فوج آ رہی ہے تو کیا تم مان لو گے؟ تو کفار بیک زبان پکار اٹھے کہ ہاں، یقین کر لیں گے کہ تُو صادق ہے اور تیری بات میں کوئی جھوٹ نہیں۔ اور امین ایسے کہ جب کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کے گھر کو گھیر لیا کہ (نعوذ باللہ) آج آپ ﷺ کا قصہ تمام کر دیں گے اس وقت جب سفاک قاتل آپ ﷺ کو قتل کرنے کے درپے تھے

آپ ﷺ کو اپنی جان سے زیادہ لوگوں کی امانتوں کی فکر تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ شیر خدا کو نصیحت فرمائی کہ میرے پاس لوگوں کی یہ امانتیں ہیں۔ میرے جانے کے بعد یہ امانتیں جن جن لوگوں کی ہیں انہیں واپس کر دینا۔ عزم ایسا مصمم کہ کفار کی لاکھ کوششوں کے باوجود آپ ﷺ نے اعلانِ حق اور تبلیغِ حق سے منہ نہ موڑا کہ کفارِ مکہ اکٹھے ہو کر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا۔ اے ابو طالب! تیرا بھتیجا اگر بادشاہی چاہتا ہے تو ہم اسے بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ اگر یہ کسی خوب صورت عورت کو چاہتا ہے تو ہم مکہ کی حسین ترین عورت اسے دے دیتے ہیں۔ اگر مال و دولت چاہتا ہے تو ہم اسے سیم وزر سے تول دیتے ہیں۔ ہم سب کچھ کرنے کو تیار ہیں اگر یہ اپنے ارادے سے باز آ جائے۔

اس پر ابو طالب نے حضور نبی کریم ﷺ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کمال استقلال سے جواب دیا۔ اے چچا! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیں تو بھی میں کلمہ حق کہنے سے باز نہ آؤں گا۔

نڈر اور بے خوف ایسے کہ کفار کے مقرر کردہ سفاک قاتلوں کا گھیرا توڑ کر بڑی دلیری اور شجاعت سے مکہ سے نکل گئے۔ دانش ور ایسے عظیم کہ حجرِ اسود کو اپنے مقام پر نصب کرنے پر ہونے والی خونریز لڑائی کو پل بھر میں ٹال دیا اور تمام قبائل مطمئن ہو گئے۔ جرنیل ایسے کہ بدر

کے مقام پر کفار کے لشکر کو جو کہ ہر طرح مسلح تھا شکست فاش دی۔ رحم دل ایسے کہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام کے بدترین دشمن ابوسفیان کو نہ صرف امان دی بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اسے امان ہے۔ حتیٰ کہ ابوسفیان کی وہ سنگ دل بیوی ہندہ جس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کروایا تھا اور اس شقی القلب نے امیر حمزہؓ کو شہید کرانے کے بعد ان کی نعش مبارک کا مثلہ کیا تھا، اس کو ہی نہیں بلکہ اس کے غلام وحشی کو جس نے برچھی مار کر حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، معاف کر دیا۔

استاد ایسے کہ اُمی ہونے کے باوجود اپنے علم و عمل سے دنیا سے جہالت کے اندھیرے دفع کر دیئے۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ سب سے عظیم ترین رہنما اور لیڈر ہیں۔ آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپ ﷺ لاثانی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ذاتی خصائص:

حضور نبی کریم ﷺ کی کی ذاتی خاصیت جو صرف آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کا ہی خاصہ ہے اور جس کا کوئی جزو یا کُل آپ ﷺ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں ہوا اور نہ ہی آئندہ کبھی ہو گا، وہ ہے ''نبوت'' جو آپ ﷺ کے بعد قطعی طور پر بند ہو گئی اور آپ ﷺ کو خاتم النبیین ہونے کا شرفِ بے مثال حاصل ہوا۔ آپ ﷺ کے بعد

وحی کا نزول، حضرت جبرئیلؑ کی آمد، وحی کی تشریح وغیرہ ختم کر دیئے گئے۔ یعنی آپ ﷺ کے سوا نہ تو کسی کو نبوت ملے گی، نہ کسی فردِ اُمت پر وحی آئے گی اور نہ ہی کسی فرد کو کسی نئی شریعت لانے اور نئے مذہبی قانون وضع کرنے کا اختیار ہے اور نہ ہی آئندہ کبھی ہوگا۔ آپ ﷺ کے سوا کوئی معصوم ہے، نہ بے گناہ ہوسکتا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس تک پہنچے گا، نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام دے سکے گا۔ کوئی شخص قرآن پاک میں تحریف وتخریف نہ کر سکے گا۔ رسول پاک ﷺ پر جو کتابِ الٰہی یعنی قرآن پاک نازل ہوا، اس کے بعد کوئی کتاب یا الہامی صحیفہ ہرگز کسی پر نازل نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی احکام شریعت یا سنتِ رسول ﷺ کو ردّ کر سکے گا۔ آپ ﷺ آخری نبی اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والا قرآن مجید آخری کتاب ہے۔ اب تاقیامت کسی کے پاس وحی لانے جبرائیلؑ وحی لے کر نہیں آئے گا۔ یہی ہمارا ایمان اور یقین ہے۔ اگر کسی کو شک ہے تو وہ مسلمان نہیں، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت میں سے صالحین اور اولیائے کرام احیائے اسلام کے لئے آتے رہیں گے لیکن ان پر صرف اور صرف رویائے صادقہ اور کشف والہام ہوا کریں گے۔ اور اگر کسی کے افکار و عملِ شریعت، قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں گے تو وہ منافق ہے، مسلمان نہیں۔ ڈھونگی اور مکار ہے۔

امورِ متعلقہ شادی بیاہ (نکاح):

❊ اس مسئلہ میں اُمتِ مسلمہ میں عام آدمی چار بیویوں یعنی چار عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں لے سکتا ہے لیکن شریعت میں اس امر میں بھی کچھ قیود لگا دی گئی ہیں جن پر ہر مسلمان کا کاربند ہونا لازم ہے۔

❊ مسئلہ نکاح میں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے رخصت تھی لیکن ان کے لئے چند امور مخصوص کر دیئے گئے جن کی رخصت عام اُمت کے لئے نہیں ہے۔ (رخصت یعنی چھوٹ)

❊ آنحضرت ﷺ کے لئے یہ رخصت اس لئے تھی کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے مہر کے بعد آپ ﷺ کی زوجیت میں آنا چاہتی اور آپ ﷺ اس کو قبول کرنا چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے۔ گو ایسا واقع نہیں ہوا لیکن اُمت مسلمہ کے کسی فرد کا بغیر حق مہر نکاح ممکن ہی نہیں۔ لیکن ان کے علاوہ آپ ﷺ پر کچھ پابندیاں بھی اللہ تعالیٰ نے عائد فرمائی تھیں جو اُمت مسلمہ کے عام افراد پر نہیں ہیں۔

❊ آپ ﷺ پر وہی عورتیں حلال تھیں جن کو آپ ﷺ حق مہر ادا کرنے کے بعد یا حق مہر ادا کئے بغیر اپنی زوجیت میں اب تک لے چکے تھے۔ آپ ﷺ کی زوجیت میں آپ ﷺ کی رشتہ

داروں میں سے صرف وہی آسکتی تھیں جو ہجرت میں آپ ﷺ
کے ہمراہ تھیں۔ عام مسلمانوں پر یہ پابندی نہ تھی۔

❀ حضور نبی کریم ﷺ غیر مسلم عورت کو چاہے وہ اہلِ کتاب ہی
کیوں نہ ہو، نکاح میں نہیں لے سکتے تھے جبکہ عام مسلمانوں کو
اہلِ کتاب سے عورت جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو، نکاح
کرنے کی اجازت ہے۔

❀ جو بیویاں آپ ﷺ کے پاس تھیں چاہے انہوں نے اسلام
قبول نہ کیا ہو، آپ ﷺ سے طلاق حاصل نہیں کرسکتی تھیں اور
نہ ہی آپ ﷺ کی رحلت کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی تھیں۔

❀ آپ ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اختیار دے دیا تھا کہ آپ
ﷺ اپنی بیویوں میں چند کو اپنے قریب کرلیں اور باقی کو الگ
رکھیں۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے
چار کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت
زینب رضی اللہ عنہا اور چوتھی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر میں اپنے
ساتھ رکھا اور باقی ازواجِ محترم کو الگ الگ گھروں میں رکھا۔
آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ آپ ﷺ اپنی مرضی کے مطابق
ردّوبدل بھی کرسکتے تھے۔

❀ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں ازواج مطہرات کے متعلق حکم
ممانعت فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج کو آپ ﷺ کی

وفات کے بعد کسی دوسرے کے نکاح میں جانے کی مطلق
اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
ترجمہ: ''بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔''
(سورۃ احزاب: 53)

یہ تمام احکاماتِ الٰہی قرآن پاک کی سورۃ احزاب میں مذکور ہیں
اور ان کی خاص وجوہات اور مصلحتیں ہیں۔ عرب میں نکاح کی تعداد
متعین نہ تھی بلکہ بنی اسرائیل میں بھی اس کی حد مقرر نہ تھی۔ توراۃ میں
ایسے انبیاء اور بزرگوں کے نام بھی ہیں جن کی بیویوں کی تعداد
سینکڑوں میں ہوتی تھی جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیویوں
کی تعداد سو کے قریب تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بھرپور جوانی یعنی
25 سال سے لے کر 50 برس کی عمر تک صرف ایک بیوی حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہی اپنی زوجیت میں رکھا۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی
رحلت کے بعد ایک ساتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے
ساتھ نکاح کیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کبرسن تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
ابھی صغیرسن تھیں۔ یہ نکاح صرف دو خاندانوں میں محبت اور یکجہتی کے
لئے کئے گئے تھے۔

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ نے چند نکاح کئے۔
اگر ہم ان نکاحوں پر غور وفکر کریں تو معلوم ہوگا کہ ان میں دو قسم کی
خواتین تھیں جن سے آپ ﷺ نے نکاحِ مسنونہ فرمائے۔ ایک تو وہ

خواتین تھیں جو رؤسائے عرب میں سے تھیں جن سے نکاح کا مقصد اسلام کی بہتری کے لئے تعلقات میں بہتری اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے انتہائی قریبی دوست اور یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنو اُمیہ کے سردار ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو مصطلق کی رئیسہ تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر کے سردار کی بیٹی تھیں۔

ازواجِ مطہرات میں دوسری قسم ان بیواؤں کی تھیں جو کافی عمر کی تھیں۔ گویا کہ ان کی کفالت حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ ان میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش اگرچہ بیوہ نہ تھیں لیکن وہ آپ ﷺ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارث کی مطلقہ تھیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اس نکاح میں کارفرما تھی کہ اللہ تعالیٰ کو منہ بولے بیٹے کا رشتہ ردّ فرمانا منظور تھا۔ یہ تھیں وجوہات جن کی بنا پر آپ ﷺ نے متعدد نکاح فرمائے۔

آپ ﷺ نے آخری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اور یہ نکاح 7ھ میں ادائے عمرہ کے زمانے میں کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا کوئی نکاح ثابت نہیں۔ اس لئے سورۃ احزاب میں مذکورہ احکامات

کے بعد 8ھ میں اسلام کی طاقت عروج پر پہنچ چکی تھی۔ خیبر، طائف اور مکہ فتح ہو چکے تھے اور آنحضرت ﷺ کو ان تعلقات یعنی نکاح کے ذریعے کسی نئے قبیلے کو اطاعت گزار بنانے کی ضرورت نہ رہی تھی اور نہ ہی غریب اور سن رسیدہ مسلمان بیواؤں کی کفالت کی ضرورت تھی۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے ازواجِ مطہرات کو وقارِ نبوت کو برقرار رکھنے اور آپ ﷺ کو اسلامی احکامات کی نشر واشاعت میں مصروف رہنے کی ہدایت کر کے ان کا آئندہ زندگی میں نکاح ناجائز قرار دیا اور ازواجِ مطہراتِ نبوی ﷺ کو تمام مسلمانوں کی ماؤں کا رُتبہ جلیلہ دیا۔ (سورۃ احزاب)

نمازِ تہجد:

شبِ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نمازِ پنجگانہ فرض فرمائی۔ اس سے پہلے جب نمازِ پنجگانہ کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے، مسلمانوں پر نمازِ تہجد فرض تھی۔ جب معراج کی رات نمازِ پنجگانہ فرض کر دی گئی تو تہجد کی نماز عام مسلمانوں پر فرض نہ رہی اور صرف مستحب رہ گئی۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ پر نمازِ تہجد فرضِ مزید ہی رہی۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ تاحیات نمازِ تہجد پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ یہ نمازِ تہجد ہی تھی جس میں مسلسل کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں مبارک سُوج جایا کرتے تھے۔ اس کی تاکید نبی ﷺ کے

سورۃ بنی اسرائیل میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: ”اور رات کے حصہ میں بیدار ہو کر نماز پڑھ۔ یہ تیرے لئے مزید ہے۔ قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھ کو مقامِ محمود (مرتبہ شفاعت) میں اُٹھالے۔“ (سورۃ بنی اسرائیل)

نمازِ چاشت:

اسی طرح نمازِ چاشت عام مسلمانوں کے لئے نفلی نماز ہے۔ لیکن احادیث میں آیا ہے یہ نماز بھی آپ ﷺ پر بمنزلہ فرض تھی۔

قربانی:

اس کے علاوہ قربانی کا حکم بھی نبی کریم ﷺ پر فرض کر دیا گیا۔ عام آدمی پر قربانی حسب توفیق ہے اور واجب ہے جیسا کہ سورۃ الکوثر میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا۔

ترجمہ: ”اے پیغمبر! میں نے تجھے کوثر عطا کیا۔ (تو اس کے شکرانے میں) اپنے رب کی نماز (چاشت) پڑھ اور قربانی کر۔“

لیکن جمہور مفسرین نے اس کی تشریح نہیں کی۔ اس لئے یہ خصائص نبوی ﷺ میں شمار ہونے میں مغالطہ ہے۔

نمازِ عصر کے بعد نماز دوگانہ:

نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک نماز پڑھنا عام مسلمان کے

لئے ممنوع ہے۔ مگر بعض ازواجِ مطہرات نے عصر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کو نمازِ دوگانہ ادا کرتے دیکھا۔ دریافت فرمانے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وفد کی ملاقات میں نمازِ ظہر کے بعد کی دو رکعتیں مجھ سے رہ گئی تھیں۔ عام اُمت کے لئے تو اس کی قضا واجب نہ تھی اگر ہوتی تو بھی ایک دفعہ پڑھ لینا کافی تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اپنے لئے ایک نماز سنت کے ترکِ عمد کی تلافی کی اور شاید آخر عمر تک کوشش کرتے رہے۔

روزہ:

روزہ فرض عبادت ہے اور سحری و افطاری کھانا فرض ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کئی کئی دن روزہ سے رہتے تھے اور بیچ میں افطار کے وقت نہ کچھ کھاتے تھے اور نہ ہی پیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک جگہ سے گزرے تو آپ ﷺ نے چند آدمیوں کو دیکھا کہ نڈھال پڑے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے پاس بیٹھے ہوئے اشخاص سے دریافت فرمایا کہ ان کو کیا ہوا؟

تو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ چار دن سے روزہ دار ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ روزہ داروں نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی تو کئی کئی دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا۔ کیا تم میرے جیسے ہو سکتے ہو؟

مجھ کوتو میرا خدا کھلاتا پلاتا ہے اور سیراب کرتا ہے۔ اُٹھو، روزہ کھولو۔ آپ ﷺ نے ان کا روزہ کھلوایا اور تاکیداً منع فرمایا کہ آئندہ ایسا نہیں کرنا۔

صدقہ اور زکوٰۃ:

صدقہ اور زکوٰۃ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اہلِ بیت کے لئے حرام قرار دے دیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اور اہلِ بیت کئی کئی دن مسلسل فاقے سے رہتے لیکن صدقہ اور زکوٰۃ کے نزدیک نہ جاتے۔ عام مسلمان غربت اور تنگ دستی کی حالت میں اس سرمایہ سے فائدہ اٹھاتے تھے مگر آپ ﷺ نے اپنے اور اپنے خاندان کے لئے صدقہ اور زکوٰۃ کی ہر شے حرام کردی اور کبھی صدقہ کا مال ذاتی مصرف میں لانا گوارا نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ حسنؓ اور حسینؓ کمسنی میں غیر شعوری طور پر صدقہ وفطرانہ وغیرہ کی ایک کھجور بھی اپنے منہ میں ڈال لیتے تو آپ ﷺ اُن کے دہنِ مبارک میں انگلی ڈال کر نکال دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگوں کے مال و دولت کا میل ہے۔ اس کا لینا اہلِ بیت کو روا نہیں۔

چنانچہ سادات کے لئے قیامت تک صدقہ، زکوٰۃ، فطرانہ، خیرات اور اس قسم کے صدقات لینا جائز نہیں۔ آپ ﷺ کے پاس اگر کوئی شخص کوئی چیز لے کر آجاتا اور آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش

کرتا تو آپ ﷺ دریافت فرمالیا کرتے تھے کہ یہ صدقہ ہے یا تحفہ؟ اگر چیز لانے والا کہتا کہ یا حضرت! یہ تحفہ ہے تو آپ ﷺ قبول فرما لیتے اور اگر وہ کہتا کہ صدقہ، فطرانہ، زکوٰۃ یا خیرات ہے تو آپ ﷺ خود لینے سے انکار کردیتے اور وہیں بیٹھے بیٹھے غرباء اور مساکین میں خیرات کردیا کرتے تھے۔ اس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے مخالفین کا ہمیشہ کے لئے منہ بند کردیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے صدقہ و خیرات ہی اپنی اور اپنے خاندان کی ذاتی پرورش کا سامان ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

دیگر انبیائے کرام:

جتنے بھی انبیائے کرام اللہ جل شانہٗ نے مبعوث فرمائے انہیں مختلف خصائص سے نوازا گیا لیکن ان کے مقابلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو جس قدر خصائص عطا فرمائے گئے وہ متعدد معتبر احادیث میں مختلف تعداد میں نام بنام خود حضور اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے ادا ہوئے ہیں۔ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔

(۱) مجھے رعب اور دھاک کے ذریعے سے فتح ونصرت دی گئی۔

(۲) میرے لئے تمام روئے زمین سجدہ گاہ بنادی گئی۔

(۳) مالِ غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا کہ مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لئے حلال نہ تھا۔

(۴) مجھے شفاعت کا مرتبہ عنایت کیا گیا۔

(۵) مجھ سے پہلے انبیاء کرامؑ خاص اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ میں تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا۔ (صحیحین)

(۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

- مجھے جوامع الکلم عنایت ہوئے۔
- رعب و دھاک سے مجھے فتح و نصرت دی گئی۔
- مالِ غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا۔
- تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنی۔
- میری بعثت ساری دنیا کے لئے ہوئی۔
- انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہونا۔

(صحیح بخاری، نسائی)

احادیث کی بعض اور روایات میں نبی کریم ﷺ کے بعض اور خصائص بھی زبانِ اقدس سے ادا ہوئے ہیں۔ مثلاً:

- میرے پیرو تمام انبیاء سے زیادہ ہیں
- میری نبوت اوّلین ہے۔
- مجھ کو فلاں فلاں سورتیں دی گئی ہیں جو کسی اور کو نہیں ملیں۔
- فلاں فلاں وقت کی نمازیں خاص میری اُمت کے لئے

فرض ہوئیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ ان میں بعض جزئیات ایسی ہیں جو مندرجہ بالا چھ عنوانات کے تحت کسی نہ کسی حیثیت سے درج ہیں۔ سورتوں کی خصوصیت جوامع الکلام میں داخل ہے۔ بعض نمازوں میں اضافۂ اوقات، ختمِ نبوت کے مدارج کے اندر ہے۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں آپ ﷺ کی دو خصوصیات مذکور ہوئی ہیں اور ان سب کو جامع ہیں یعنی تکمیل دین اور ختم نبوت۔ بہرحال قصہ کوتاہ۔ ان مختصر صفحات میں تفصیل بیان کرنا اور لکھنا ناممکن ہے۔ اس لئے ہم حضور نبی کریم ﷺ کی نمایاں خصوصیات کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

رعب و ہیبت کے ذریعے نصرت:

نبی کریم ﷺ سے پہلے دنیا میں جتنے بھی نبی اور پیغمبر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے، دو قسم کے تھے۔ یا تو وہ بظاہر کمزور اور بے یارومددگار تھے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ان کو دنیاوی طاقت عطا نہیں فرمائی تھی۔ پیغمبروں کی بہت بڑی تعداد ایسی ہی تھی۔

انبیاء کی دوسری قسم وہ انبیاء ہیں جن کو دنیا کی ظاہری جاہ و حشمت بھی عطا ہوئی۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کو بادشاہت بھی عطا ہوئی۔ ان میں حضرت داوٗد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام،

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام شامل ہیں۔ لیکن ان تمام پیغمبرانِ حق وصداقت کو رعب اور ہیبت کا انعام عطا نہیں ہوا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کا آغاز یتیمی اور لاچارگی کی گود سے ہوا۔ لیکن آخر کار آپ ﷺ کی شبانہ روز محنت، کوشش اور خدا تعالیٰ کی مدد ونصرت سے تمام انبیاء صادقہ سے بڑھ چڑھ کر دنیاوی اور اخروی انعامات آپ ﷺ کے حصہ میں آئے۔ آپ ﷺ کی تمام تر رعب و طاقت، ہیبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف ہوئی اور آپ ﷺ کی سعی بے کراں سے گم کردہ راہوں کے مسافروں نے راہِ ہدایت پائی۔ اندھیرے نورِ ہدایت سے ختم ہو گئے اور اثر یہ ہوا کہ آپ ﷺ جس راستہ سے گزر جاتے، گناہ گار اور سرکش سرِ تسلیم خم کر دیتے اور اسلام لا کر اپنی گزشتہ سیاہ کار زندگی پر نادم ہوتے تھے اور پھر اللہ کی رسّی کو ایسی مضبوطی سے پکڑتے کہ شہید ہو جاتے لیکن دامنِ اطاعت نہ چھوڑتے تھے۔

متعدد احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فتح و نصرت، رعب و ہیبت کے ذریعے عزت بخشی گئی۔ یہاں تک کہ میری دھاک ایک مہینہ کی مسافت کا کام کرتی ہے۔

آنحضرت ﷺ ایک بار کسی درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے کہ اُدھر سے کسی کافر کا گزر ہوا۔ اُس نے تلوار سونتی اور مذموم ارادہ سے آگے بڑھا اور کڑک کر بولا۔ آج تمہیں میرے ہاتھ سے

کون بچائے گا؟ آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے۔ ”میرا رب مجھے تیرے شر سے بچانے والا ہے۔“ جونہی آپ ﷺ نے یہ الفاظ ادا کئے وہ کافر ڈر گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا۔ اب تجھے کون بچائے گا؟ وہ فوراً گھٹنوں کے بل گر گیا اور معافی مانگنے لگا اور رونے لگا۔ آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ یہ درگزر دیکھ کر وہ کافر فوراً مسلمان ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ کو یہ شرف اس لئے حاصل ہوا تاکہ مزید خونریزی کے بغیر امن و امان اور سکون و اطمینان پیدا ہو جائے اور حق کا راستہ صاف ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جو اس وصف (رعب و ہیبت) عطا کرنے کا (وعدہ) جو قرآن پاک میں فرمایا تھا، پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال میں فرمایا۔

ترجمہ: ”عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔“

چنانچہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورتوں سورہ احزاب اور سورہ حشر میں گواہی دی۔

ترجمہ: ”اور خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔“

چنانچہ کفار کے بڑے بڑے سفاک وحشی قاتل دشمن اپنی تلواروں کو زہر ہلاہل میں بجھا کر ارادۂ قتل لے کر آپ ﷺ کے سامنے آئے لیکن مگر جب آپ ﷺ کے روبرو آئے اور رُخِ روشن پر نظر پڑی تو رعب اور ہیبت سے کانپ کانپ گئے اور آپ ﷺ کے قدموں میں

گر گئے۔ بڑے بڑے سرکش جنگجو قبائل جن کا ایمان ہی قتل و غارت اور خون ریزی تھا، وہ آپ ﷺ کا نام سن کر دم بخود رہ جایا کرتے تھے اور وہ سرکش یہودی سردار جو مدینہ اور مدینہ کے آس پاس بڑے بڑے قلعوں میں بیٹھ کر سازشوں کے جال بُنتے اور حکمرانی کرتے تھے اور جن کو اپنے جنگی ساز و سامان اور فوجی قوت پر بڑا فخر اور غرور تھا، جب انہوں نے فتنہ گری کی، ان لوگوں نے جب آپ ﷺ کو مدِ مقابل پایا تو بغیر لڑے بھڑے ہی اطاعت قبول کر لی۔

یہودیوں کا ایک بہت بڑا گڑھ خیبر تھا۔ وہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں یہودیوں کا بہت بڑا سردار مرحب پورے کرّ وفر، فخر اور غرور سے رہتا تھا۔ وہ بہت بڑا سازشی تھا۔ جب وہ اپنا لشکر لے کر گھوڑا کداتا باہر آیا تو فخریہ رجزیہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اس نے میدان میں نبی کریم ﷺ کے سرفروشوں کو للکارا، تکبر اور غرور اُس کے روئیں روئیں میں بھرا ہوا تھا۔ وہ للکار رہا تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری مجاہد کو مقابلے کے لئے بھیجا لیکن اس نے کہا کہ تُو میرے مقابلے کا نہیں ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا اِذن لے کر اس کے سامنے آئے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کی شانِ کریمی اور اللہ کی نصرت سے درِ خیبر اُکھاڑ لیا اور ایک ہی وار میں مرحب کو سر سے پاؤں تک چیر کر دو ٹکڑے کر دیا۔

آپ ﷺ کی ہیبت اور رعب سے قلعہ میں مقیم یہودی خوف زدہ

ہو گئے اور انہوں نے خیبر چھوڑ دینے کے وعدے پر امان چاہی۔ حضور ﷺ نے کمال فراخ دلی سے انہیں خیبر چھوڑ جانے کا حکم دیا کہ جاؤ اپنا ساز و سامان جتنا لے جا سکتے ہو لے جاؤ اور خیبر کے یہودی اپنا پورا مال و اسباب لے کر خیبر سے نکل گئے۔

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کا بدترین دشمن ابوسفیان، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا اسلام کے لشکر کا نظارہ کر رہا تھا۔ افواجِ اسلامی کے پرے کے پرے رنگ برنگے علم لئے، تلواریں سونتے ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہے تھے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے دل ہر نئے دستے کے علم کو دیکھ کر لرز رہے تھے۔ خوف اور دہشت سے ان کے رنگ پیلے پڑ رہے تھے۔ ایسے کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں تھا۔ ان کی نظر نبی کریم ﷺ پر پڑتی تو رعب اور دہشت سے کانپ کانپ جاتے اور حضور اکرم، فخرِ دو جہاں، امام الانبیاء، سرورِ کائنات ﷺ کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ اُنہیں تسلیاں دے رہے تھے لیکن اُن کو یہ پتہ نہ تھا کہ جس عظیم ترین ہستی پر وہ اتنا ظلم و ستم کرتے رہے تھے، اس تصور سے ان کے دل لرزاں و ترساں تھے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ ان کو اپنے توڑے ہوئے ظلم و ستم یاد آ رہے تھے۔ ان کے حواس جواب دے رہے تھے لیکن وہ آگاہ نہ تھے کہ محمد ﷺ عفو و درگزر کا عظیم ترین پیکر ہیں۔ اور پھر دنیا نے انگشتِ حیرت بر زبان دیکھا کہ آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کو معاف کر دیا۔

ایک دفعہ ایک بدّو آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اُس کی نظر جیسے ہی چہرہ مبارک پر پڑی، کانپ گیا۔
آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”ڈرو نہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں۔ ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سُوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔“
سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ!
حضرت مخرمہؓ صحابی رسولؐ تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے اسود سے کہا۔ ”اے اسود! رسول کریم ﷺ زنان خانے میں ہیں، ان کو آواز دو۔“ اسود ہچکچانے لگے تو صحابی رسولؐ نے کہا۔ ”اے بیٹے! ڈرو نہیں۔ نبی کریم ﷺ جبار نہیں ہیں۔ یہ رعب، یہ دبدبہ، یہ ہیبت تلواروں اور نیزوں کی چمک سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ اپنے رسول پر پورا کر دیا۔“

عبادت گاہ یعنی مسجد اللہ کا گھر:

مسجد کو اللہ کا گھر قرار دیا۔ آپ ﷺ سے پہلے تمام مذاہب کے الگ الگ عبادت خانے تھے اور عبات صرف انہی مخصوص کلیساؤں یا ہیکلوں میں کرنا مخصوص تھی اور ان کے علاوہ کسی اور جگہ عبودیت کا اظہار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ پتھروں سے گھری ہوئی چاردیواری کے محتاج تھے اور صرف اس چاردیواری کے اندر بتوں کی پوجا کرنے، گھنٹے بجانے وغیرہ کو ہی عبادت گردانتے تھے۔ وہ چاردیواری کے

باہر نہ تو عبادت کر سکتے تھے اور نہ ہی قربانی دے سکتے تھے اور نہ اپنے خود ساختہ خداؤں دیوی دیوتاؤں کے سامنے جھک سکتے تھے۔ لیکن اس کے برعکس اسلام کے پیروکاروں پر خدائے بزرگ نے پوری روئے زمین کو سجدہ گاہ اور عبادت گاہ بنا دیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہٗ ہر جگہ، ہر وقت موجود ہے۔ وہ سنگ وخشت اور پتھر کی دیواروں میں قید نہیں ہے۔ کوہ ودمن، خشکی تری، صحرا، جنگل، پہاڑ اُسے کہیں بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے اور کہیں بھی پکارا جا سکتا ہے۔ وہ جس طرح مسجدوں کے اندر ہے، اسی صورت مسجدوں سے باہر بھی موجود ہے۔ اس کی عبادت مشرق ومغرب، خشکی، تری ہر جگہ دی جا سکتی ہے۔ جدھر منہ پھیرو، وہ سامنے ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے تمام روئے زمین سجدہ گاہ بنائی گئی ہے کہ تمام مشارق اور مغارب اُس کی ملکیت ہیں۔

اطاعت گزار:

دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخرالزماں ﷺ تک سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور صراطِ مستقیم دکھانے کے لئے لاکھوں نبی، پیغمبر اور رسول بھیجے۔ لیکن سوائے گنتی کے چند رسولوں کے کسی کا نام ونشان، ان کی تعلیمات، ہدایات، ان کے اقوال کا کہیں پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی ان کی کوئی یادگار باقی

ہے۔ مذہبی صحیفوں اور الہامی کتابوں میں 25 کے قریب پیغمبرانِ
خدائے وحدہٗ لاشریک کا ذکر ملتا ہے اور جن رسولوں اور انبیاء کے
اسمائے گرامی اور اُن کی حیاتِ طیبہ کے اذکار معلوم ہوئے ہیں ان کی
نسبت یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کے اطاعت گزار اور پیروکار چند ایک ہی
تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ وہ لگاتار ساڑھے نو
سو سال اپنی قوم کو درسِ ہدایت دیتے رہے لیکن ان کی تعداد تقریباً 40
سے زیادہ نہ بڑھ سکی اور یہی حال تقریباً ہر پیغمبر کا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام
سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک دیکھئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
پیروکاروں کی تعداد صرف بنی اسرائیل تک محدود رہی جو اطاعت گزار
بننے کے بعد بھی ناشکری اور سرکش رہی۔ کبھی انہوں نے گؤشالے کی
پرستش شروع کر دی اور کہیں وہ خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے
بضد رہے اور کہیں جان کے خوف سے اللہ کے دشمنوں سے لڑنے سے
گھبراتے رہے اور اللہ کے حکم سے منہ پھیرے رہے۔ اور کبھی وہ اللہ
اور اس کے رسول سے مطالبہ کرتے رہے کہ ان کے لئے آسمان سے
خوانِ نعمت اُتارے جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جو ان کے معجزوں کو دیکھ کر ان کی
اطاعت کا دم بھرتے ہیں لیکن پھر وہی حواری بدترین ذلالت کر کے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تختۂ دار تک پہنچاتے ہیں۔ اور پھر یہی جواری ان
کی اطاعت کا ڈھونگ رچانے والے حق پرستی چھوڑ کر تین خداؤں کو

پوجنے لگتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور وحدانیت کو چھوڑ
دیتے ہیں۔

لیکن قربان جائیے نبی کریم ﷺ پر کہ حق کی صدا لگاتے ہوئے
آپ ﷺ مکہ کی گلیوں میں تن تنہا، بے یارومددگار توحید کا علم بلند
کرتے پھر رہے ہیں اور کبھی طائف کی گلیوں میں اوباش لڑکوں کے
ہاتھوں پتھر کھا رہے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں یارسول اللہ! آپ
حکم کریں کہ میں ان ظالموں کو نیست و نابود کر دوں لیکن رحمت
اللعالمین فرماتے ہیں، نہیں یہ بے خبر لوگ ہیں۔ میری ہستی کو نہیں
جانتے۔ میرے لئے میرا اللہ ہی کافی ہے۔

سبحان اللہ! آپ ﷺ کی سعی جمیلہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کو
اللہ کی نصرت آ پہنچی اور صرف 33 سال کی تگ و دو برحق میں ریگستانِ
عرب کا ذرّہ ذرّہ توحید کے نور سے جگمگا اُٹھا۔ ہر طرف کلمہ توحید کے
غلغلوں سے وادیاں، پہاڑ، میدان، حجر، شجر گونج اُٹھے اور حقیقت کے
نور نے ظلماتِ جہالت کو بقعہ نور بنا دیا۔

اور پھر جب آپ ﷺ نے حجتہ الوداع کا اعلان فرمایا تو خطۂ عرب
کے گوشہ گوشہ سے فرزندانِ توحید گروہ در گروہ آپ ﷺ پر جان نچھاور
کرنے کے لئے ایسے حاضر ہوئے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ اور چشم
فلک نے دیکھا کہ حق کا داعی وہ شارع اعظم جو حق کی خاطر گھر بار
چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا کتنی شان و شوکت کے ساتھ

اللہ کی نصرت ساتھ لئے واپس مکہ آیا اور حق کا بول بالا ہوا۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس قدر میری نبوت کی سچائی کا اعتراف کیا گیا، کسی اور پیغمبر کی سچائی کا نہیں کیا گیا کہ بعض انبیاء ایسے بھی ہیں جن کو سچا کہنے والا اُن کی اُمت میں صرف ایک ہی نکلا۔"

صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک دفعہ مجھ پر (عالم مثال میں) قومیں پیش کی گئیں۔ بعض پیغمبر ایسے تھے کہ ان کے پیچھے صرف ایک دو آدمی ہی تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جو تنہا ہی تھے، ان کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ اتنے میں ایک بھیڑ نظر آئی۔ خیال ہوا کہ یہ میری اُمت ہوگی تو بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ پھر کہا گیا کہ دوسرے کنارے کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا تو اتنا سوادِ اعظم نظر آیا کہ اُفق چھپ گیا۔ پھر کہا گیا اسی طرح ادھر دیکھو۔ بڑی ہی تعدادِ کثیر نظر آئی۔ کہا کہ یہ سب تیری اُمت ہے۔"

دعوتِ عام:

حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاءؑ آئے وہ خاص خاص قبیلوں اور قوموں پر آئے۔ ان انبیاء کی دعوتِ حق عام نہ تھی۔ لیکن اس کے برعکس آنحضرت ﷺ کی بعثت روئے زمین کی ہر قوم اور ہر جنس کی طرف ہوئی۔ چاہے وہ کالا ہو یا گورا، چینی ہو یا جاپانی، عربی

ہو یا عجمی، تاتاری ہو یا روسی، ترکی ہو یا یونانی، ہندی ہو یا ایرانی، افغانی ہو یا کشمیری، غرضیکہ کسی بھی قوم یا ملت سے ہو، ہر شخص کو دعوت الا الحق عام ہے۔ اور سب برابر ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جمعۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں فرمایا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں ہے۔ سب برابر ہیں۔ مگر بہتر تقویٰ کے۔

قرآنِ پاک میں فرمانِ الٰہی ہے: (ترجمہ) "اے محمدؐ! ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے بھیجا ہے۔ بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر قرآن اُتارا تا کہ وہ تمام دنیا کو خبردار کرے۔" (القرآن)

صحیحین میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مجھ سے پہلے "نبی" خاص اپنی قوم میں بھیجا جاتا تھا اور میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں۔"

اس معنی میں ایسی بکثرت احادیث دوسری کتابوں میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ اس کی عملی دلیل یہ ہے کہ تمام پیغمبروں کے حالات پڑھ جاؤ۔ سب کے پیروؤں کو اس کی اپنی زندگی میں خود ہی ایسی قوم و ملک کے اندر محدود پاؤ گے۔ لیکن آپ ﷺ کے پیروکاروں اور جانثاروں، خود آپ ﷺ کی زندگی میں عرب کے علاوہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، بلال حبشی رضی اللہ عنہ جیسے کئی جلیل القدر صحابہؓ ملیں گے۔ اس کے علاوہ تمام دنیا کے حکمرانوں کے نام آپ ﷺ کا دعوت نامۂ حق بھی

اسی دعوتِ حق کی مستحکم عملی دلیل ہے۔

جوامع الکلام:

دنیا میں آسمانی صحیفے اور الہامی کتب اب بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں۔ مثلاً توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن مجید۔ لیکن سوائے قرآن مجید کے باقی تمام صحیفوں اور الہامی کتابوں میں یہودیوں نے تحریف و تخریف کرتے ہوئے انہیں بالکل بدل کر رکھ دیا ہے اور قرآن پاک کے سوا سب کے سب وصف جامعیت سے محروم ہیں۔ توراۃ اقوام کی تاریخ اور احکام وقوانین کا مجموعہ ہے۔ عقیدۂ توحید و رسالت کے سوا تمام دیگر ضروری عقائد سے اور رسمِ قربانی کے علاوہ دیگر تمام مسائل و عبادات سے اور چند معمولی باتوں کو چھوڑ کر تمام حقائق سے یکسر خالی ہیں۔ زبور صرف دعاؤں اور مناجات کا ذخیرہ ہے۔ سفرِ ایوب (صحیفہ) عقیدہ تقدیر و رضا، امثال سلیمان صرف مواعظ و حکم ہیں۔ باقی دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفے صرف توبہ وندامت، پیش گوئی اور ماتم ہیں۔ انجیل کا صحیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت اور تعلیماتِ اخلاقی کا مجموعہ ہے۔

لیکن رسول کریم ﷺ کو جو قرآن پاک عطا فرمایا گیا وہ جوامع الکلم ہے۔ یعنی قرآن مجید تمام الہامی کتابوں اور صحیفوں کا جامع الکلم (نچوڑ) ہے۔ قرآن پاک بیک وقت توراۃ بھی ہے، زبور بھی اور انجیل بھی اور

ان سے بھی بہت زیادہ ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے اپنے خصائص کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "مجھے جوامع الکلم" عطا فرمائے گئے۔

حضرت واثلہؓ بن اسقع روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے توراۃ کی جگہ سبع ثمانی (سات بڑی سورتیں) اور زبور کی جگہ متین (تقریباً سات سو آیات والی سورۃ) اور انجیل کے قائم مقام "مثانی" دی گئیں اور سورہ مفصلات زیادہ ملیں۔ (بیہقی)

ابونعیم میں یہ روایت ان الفاظ میں ہے کہ مجھے مثانی توراۃ کی جگہ، متین انجیل کی جگہ، حوایم زبور کی جگہ اور مفصلات ان کے علاوہ عطا کی گئیں۔

قرآن مجید توراہ، زبور اور انجیل کو جامع ہے اور ان کے علاوہ تاریخِ اقوام بھی ہے۔ اخلاق و مواعظ بھی ہے، دعا و مناجات بھی ہے۔ اس دینِ کامل کے تمام عقائد ہیں، تمام مراسم عبادات ہیں، تمام معاملات سے متعلق احکام اور قوانینِ سزا اور جزا ہیں۔ اس میں ایک مسلمان کی زندگی کے ہر دور اور ہر شعبہ کی مکمل ہدایات اور صحیح تعلیمات ہیں۔ صرف توراۃ کے اسفارِ خمسہ، یہود کی مذہبی زندگی کا کامل مجموعہ نہیں، صرف انجیل ہی عیسائیوں کی مذہبی زندگی کا سرمایہ نہیں، یہاں تک کہ ان کے عقائد و عبادات بھی ان کے صحیفوں کے مرہون منت نہیں اور وہ ان کی صحیح تعلیم سے یکسر خاموش ہیں۔ لیکن اسلام میں قرآن مکمل ترین ضابطہ حیات ہے اور اسلام میں قرآن سے باہر کچھ بھی نہیں۔

قرآن سے باہر احادیثِ مبارکہ ہیں جو قرآن کی عملی توضیح اور تفسیر ہیں۔ قرآن پاک اللہ کا قانون ہے اور نورِ مبین ہے۔ اللہ کی رسّی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا: ''اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (القرآن)

بنی نوع انسان کے صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس لئے قرآن جامع الکلم ہے۔

دائمی معجزہ:

اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوام کے لئے نبی اور پیغمبر بھیجے جو اپنی قوم کے لئے دین اور معجزات لے کر آئے۔ ان کے معجزات ایک خاص قوم اور وقت کے لئے تھے۔ اور پھر وقت کے ساتھ ان کے نشانات بھی مٹ گئے۔ جیسے کہ اب عصائے موسیٰؑ لحنِ داؤدؑ، ناقہ صالحؑ، تعبیر یوسفؑ کا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ دینِ اسلام لے کر آئے اور ان پر قرآن حکیم نازل کیا گیا جو ایک کامل صحیفہ ہے اور وہ خاتم الانبیاء کی وحی اور دائمی معجزہ بن کر آیا جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اور تا قیامت اس میں زیر، زبر بلکہ ایک شوشہ کی تبدیلی ناممکن ہے۔ نہ اس کو بڑھایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کم کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ حجر میں فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) ''اور ہم ہیں اس کے محافظ۔'' (سورۃ الحجر)

ختم نبوت:

آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ چنانچہ حجتہ الوداع کے موقع پر قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(ترجمہ) ''اور آج ہم نے تم پر دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔'' (سورۃ مائدہ)

مندرجہ بالا آیت مبارک 9 ذوالحج 10 ہجری کو نازل ہوئی۔ یہ اس بات کی بشارت تھی کہ آپ ﷺ کو جو کام سونپا گیا تھا، مکمل ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے 5 ہجری میں اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

(ترجمہ) ''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، لیکن خدا کے پیغمبر اور خاتم النبین ہیں۔'' (القرآن)

یعنی مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کا سلسلہ آپ ﷺ کے بعد بند کر دیا گیا۔ اور کوئی نہ آئے گا۔

آنحضرت ﷺ دیگر انبیاءؑ کے مقابلے میں اپنے جو خصائل گنواتے ہیں ان میں سے اہم اعلان آپ ﷺ کا خاتم النبین ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اور انبیاء مجھ سے ختم کر دیئے گئے۔'' (صحیح مسلم (کتاب المساجد) ترمذی، نسائی)

شافع محشر:

روزِ محشر جب جلالِ الٰہی پورے عروج پر ہو گا اور کہیں سایۂ

عاطفت نہ ہوگا، ماں بیٹے کو نہیں پہچانے گی اور نہ باپ ہی پہچانے گا، دار و گیر کا سماں ہوگا، خوف و دہشت سے دل لرزاں و ترساں ہوں گے، اس روز حضور ﷺ کے سرِ مبارک پر تاجِ شفاعت سجایا جائے گا اور آپ ﷺ کو شفاعت کا اِذن بخشا جائے گا اور آپ ﷺ اپنی اُمت کی شفاعت کے لئے اللہ جل جلالہٗ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے اور خدا آپ کو مقامِ محمود یعنی شافع کا مرتبہ عنایت فرمائے گا۔ اور یہ ایسا رُتبہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جس کے لئے چاہیں گے، شفاعت فرمائیں گے۔ اور اللہ اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں پہنچا دے گا۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز ہر اُمت اپنے اپنے پیغمبر کے پیچھے پیچھے چلے گی اور کہے گی کہ ہے ہمارے نبی! خدا کی درگاہ میں ہماری شفاعت فرمایئے لیکن کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا۔ اور پھر وہ نبی اپنی اپنی اُمت کے ہمراہ دربارِ رسالت میں پہنچیں گے اور طالبِ شفاعت ہوں گے۔ یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر پہنچائے گا۔ (بخاری شریف)

خدائے بزرگ و برتر سے التجا ہے کہ حشر کے دن ہمیں نیکوکاروں کے ساتھ اُٹھائے اور ہمیں نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین ثم آمین۔

☆===☆===☆